قصہ کوتاہ: آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: "میں نہیں سمجھتا کہ لوگ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں کسی اور کو ترجیح دیں گے۔" حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خود کو امیدواری خلافت سے نکالا، اور شب وروز ایک کر کے اہل رائے، علماء اور سپہ سالاروں سے خوب مشورے کیے، عوامی میلان بھی حاصل کیے۔ حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما سے اجتماعی وانفرادی طور پر بھی ملاقات کی، تمام پہلوؤں سے جائزہ لیا اور کوئی کسر نہ چھوڑی۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے شہادت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت عثمان رضی اللہ عنہ تک پر مشتمل ایک تفصیلی روایت بیان کی ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے رات گئے اس حصے میں ہمارا دروازہ کھٹکھٹایا جب ہم گہری نیند سو چکے تھے۔ فرمایا کہ تم سو چکے ہو، واللہ میں نے تو ان راتوں میں نیند کا سرمہ زیادہ نہیں لگایا، جاؤ اور فلاں فلاں لوگوں کو بلا لاؤ۔" (صحیح بخاری کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس) چوتھے روز جمعہ تھا۔ عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، پھر لمبی دعا کی، پھر بولے "اے اللہ! تو سن اور گواہ رہ کہ میری گردن میں ذمہ داری کا جو طوق تھا، وہ اتار کر عثمان رضی اللہ عنہ کی گردن میں ڈال دیتا ہوں۔" اس کے بعد برسر عام عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت مکمل ہوگئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بسر وچشم اس امر کو قبول کیا۔ (البدایۃ والنہایۃ) آپ رضی اللہ عنہ کی نیت صاف تھی، مسلمانوں اور ارباب رائے کے فیصلے کو اسلام کا فیصلہ تسلیم کرتے تھے۔ اور اس کے نتیجے میں منتخب ہونے والے کو "امام" مانتے تھے۔ اس کے بعد اس کی نافرمانی، خلاف ورزی کو ناروا، اور اس کی معزولی کی کوشش کو بغاوت قرار دیتے تھے۔ آپ ہمارے دور کے سیاستدانوں کی طرح معاذ اللہ ہرگز نہ تھے کہ سربراہ منتخب ہونے کے بعد مختلف اتہامات لگا کر دھرنے لگائے، شہر اور ٹریفک جام کر کے عوام، طلباء، مسافروں اور مریضوں کو مشکلات میں ڈالے، ملک کو اربوں روپے کا نقصان پہنچائے اور غیر ملکیوں میں ملک کی ساکھ کو مجروح کرے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل کے حوالے سے علامہ ابن حجر عسقلانی حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بالا کے تحت رقمطراز ہیں: "اصحاب کرام کے پاس امامت کبریٰ کے حوالے سے جو عہد وذمہ داری تھی، وہ ایسے اوصاف تھے، جو کسی بھی فرد میں پائے جائیں وہ خلافت کا مستحق ہوتا تھا۔" (فتح الباری)

[O][O][O][O][O][O][O][O][O][O][O][O]

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا محمد یونس فردوسی رحمۃ اللہ علیہ

1946---2013ء

مولانا محمد اسماعیل / مسعود فردوسی کوروی تنقیح واضافہ: عبدالرحیم روزی

نام ونسب وتاریخ پیدائش: محمد یونس بن محمد علی بن شمشیر بن محمود بن احمد از قبیلہ نیاڑو کورو۔اس قبیلہ سے مؤلف تحفۃ الخطیب ودیگر کتب، مدیر شؤن الدعوۃ مولانا محمد اسماعیل بن عبد اللہ حفظہ اللہ، معروف سیاستدان مولانا عنایت اللہ صدیقی اور مولانا عبد الرحیم اشرف آپ کے عم زاد اور تعلیمی سفر کے ساتھی تعلق رکھتے ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل فرماتے ہیں کہ اس قبیلہ کے جد امجد محمود کے آٹھ بیٹوں میں سے دو بغرض تعلیم ہندوستان گئے اور وہیں فوت ہوئے۔ محمود نے اپنے بیٹے قاری محمد عرف "محماد" کو دینی علوم کے حصول کے لیے مولانا حافظ عبد الصمد ولد سودے کے پاس بلغار بھیجا۔وہ پیر دھونے وغیرہ اعمال میں احادیث پر عامل ہوئے۔ مسئلہ ہذا میں محمود بھی اپنے بیٹے کی مدلل بات سن کر عامل بالحدیث ہوئے۔اور باپ کے ساتھ دیگر بیٹے بھی۔

جناب قاری محمد نے خوب دینی تعلیم حاصل کی۔آپ سانحہ جامع مسجد کشو باغ سکردو ۱۹۴۶ء میں علامہ کریم بخش ودیگر علماء کے ہمراہ تھے اور شدید متاثر ہوئے۔

آپ نے بلغار میں شادی کی اور وہیں اولاد ہوئی۔آپ کے پوتے حاجی نذیر بلغاری اور کریم بخش ہیں۔ حاجی نذیر صاحب ۱۹۸۲ء سے جمعیت اہلحدیث بلتستان کے تعمیراتی شعبہ میں اپنی خدمات بجالاتے ہوئے مرکز اسلامی سکردو میں رہائش پذیر ہے۔ مولانا محمد یونس ۱۹۴۶ء میں غرقپی گوند کورو میں پہلوٹا پیدا ہوئے۔

تعلیم کے لیے اسفار، اساتذہ اور تعلیمی صلاحیتیں:

آپ نے اولاً یوگو میں مفتی عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے گھر میں قائم مدرسہ السنہ شرقیہ میں تعلیم حاصل کی۔آپ کے چچازاد مولانا عبد الرحیم اشرف کہتے ہیں: "۱۹۶۱ء میں جب میری عمر ۱۳ سال کے لگ بھگ تھی تو مولانا محمد حسن اثری مرحوم کی معیت میں اپنے چچازاد مولانا یونس فردوسی کے ساتھ "یوگو" گاؤں سے حصول علم کی ابتدا کی۔اس وقت یہاں بلتستان کے بڑے عالم مولانا مفتی عبد القادرؒ رہائش پذیر تھے۔ایک سال تک ہم وہاں

رہے۔پھر مولانا کو دارالعلوم غواڑی سے دعوت ملی تو انہوں نے یہاں ہی شیخ الحدیث کی حیثیت سے ساری عمر گزاری اور ہم بھی ساتھ آئے۔" (مجلہ الجامعۃ السلفیۃ اسلام آباد)

یہاں دیگر اساتذہ میں مولانا عبد الرحیم بن سلطان علی، مولانا یونس اسماعیل، مولانا احمد سعید اور محمد حسن اثری رحمہم اللہ تھے۔کبھی حاجی خلیل الرحمٰن ناظم صاحب رحمہ اللہ پڑھاتے تھے۔

یہاں آپ کے دیگر کلاس فیلو مولانا یعقوب کھرفقی، مولانا عبد القادر، مولانا کاظم شگری، مولانا سید فیض اللہ شگری، مولانا عبد السلام شگری، مولانا عبد الحیئ عبد الرحیم، مولانا محمد یوسف عبد اللہ کھرفقی، مولانا موسیٰ عبد اللہ اور مولانا محمد ابراہیم شاکر تھلوی وغیرہ تھے۔

اس کے بعد مولانا فردوسی نے مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ میں تعلیم حاصل کی۔ادارہ ہذا کے اوراق میں تقویۃ الاسلام بھی لکھا گیا ہے، جیسا کہ مولانا یونس فردوسی کے اسناد سے واضح ہے۔۱۳۸۷/۱۹۶۷ء میں سند فراغت واجازت حاصل کی۔یہاں آپ کے اساتذہ میں مولانا شیخ الحدیث محمد یعقوب ملہوی، مولانا عبدالرشید ہزاروی، مولانا عبداللہ مشتاق، مولانا بنیامین، مولوی عبدالرشید ماڑی ٹاڑی وغیرہ ہیں۔جبکہ ساتھی نائب امیر جمعیت مولانا محمد ابراہیم یوگوی، سید فیض اللہ شگری تھے۔مولانا عبد السلام شگری اور مولانا کاظم شگری دو کلاس آگے تھے۔یہ باتیں آپ کے ساتھی مولانا ابراہیم خطیب جامع مسجد یوگو نے بتائیں۔ان کے علاوہ برادر اکبر استاد مولانا محمد موسیٰ عبد اللہ کے ساتھ گہرے روابط وقریبی مراسم تھے اور تقریباً ہم سفر ساتھی تھے۔

مولانا عبد الرحمٰن حنیف حفظہ اللہ کے افادات کے مطابق مولانا محمد یونس رحمہ اللہ نے "دارالعلوم تقویۃ الاسلام الفردوس" میں فراغت پانے کی وجہ سے اپنا لقب "فردوسی" اختیار کیا تھا۔

ستمبر ۱۹۷۳ء میں بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کراچی میں امتحان دے کر فاضل عربی پاس کیا۔

سال ۱۹۷۷ء میں بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن لاہور میں امتحان دے کر میٹرک پاس کیا۔

اور انہی اسناد کی بنیاد پر بعد میں ٹیچری حاصل کی۔

۱۹۸۱ء میں ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں داخلہ ملا، تو ٹیچری چھوڑ کر وہاں داخلہ لیا۔اس دوران آپ فیملی سمیت محلّہ سلیمانیہ نزد مسجد جن ومعلاۃ ایک مکان میں رہتے اور قریبی مسجد میں امامت کراتے تھے۔ام القریٰ یونیورسٹی کلیۃ الدعوۃ واصول الدین سے ۱۹۹۱ء مطابق ۱۴۱۱ھ میں فارغ التحصیل ہو کر بیچلر آف اسلامک سٹڈیز کی ڈگری حاصل کی۔ اور دارالعلوم بلتستان غواڑی میں اپنی تدریسی، تربوی خدمات پیش کرنے لگے۔

آپ کی خدمات مختصراً درج ذیل ہیں:

۱۹۶۷ء کے بعد سالہا سال تک جامع مسجد ایک منارہ کراچی میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ چونکہ آپ کی آواز میں لحن داؤدی تھا، تجوید وقراءت بہت عمدہ تھی۔ لہٰذا اہل مسجد بے ساختہ آپ کو پسند کرتے تھے۔

۱۹۷۷ء کے بعد کورو بلتستان آکر گورنمنٹ ٹیچری کی۔ آپ نے غواڑی، سکردو وغیرہ سکولوں میں پڑھایا۔ جو کہ ام القریٰ یونیورسٹی میں داخلہ ملنے تک جاری رہی۔ جب وہاں داخلہ ملا تو آپ نے استعفیٰ دے دیا۔

مکہ مکرمہ کے محلہ سلیمانیہ کی ایک مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ کا مکان اور دارالحدیث مکہ مکرمہ 'مدینہ یونیورسٹی سے حج وغیرہ کے لیے آنے والے طلباء کا بسیرا تھے۔ آپ طلباء کی خدمت کرتے۔ ان طلباء میں خود راقم الحروف بھی تھا۔ بندہ اور اس کے ماموں زاد ساتھی مولانا محمود اسماعیل و دیگر ساتھی ۱۴۰۷ھ کے حج میں یہاں مقیم تھے۔ ان سالوں میں دارالحدیث مکہ مکرمہ میں مولانا ثناء اللہ عبد الرحیم المعروف "بوالحقر" اور مولانا عبدالرب تشریف رکھتے تھے۔ یہ دارالحدیث طلباء کا ملجاٰ وماویٰ تھا۔

ام القریٰ سے فراغت کے بعد ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء سے اپنی دعوتی، تدریسی خدمات دارالعلوم بلتستان غواڑی میں پیش کرنی شروع کر دیں۔

جامع مسجد کورو ودیگر جوامع میں خطبہ دیتے، دعوتی کانفرنسوں میں توحید وسنت پر مدلل خطاب کرتے تھے۔ آواز بھاری بھرکم اور پُر تاثیر تھی۔ اپنی مسجد ہو یا دیگر مساجد آپ دروس دیتے تھے۔ طلباء کے افتتاحی اور ہفتواری جلسوں میں نصیحت کرتے تھے۔

- تادم زیست جمعیت اہلحدیث کورو کے نائب امیر رہے۔
- کچھ سال دارالعلوم کے برانچ مدارس میں امتحانی گروپ کے امیر رہے اور ذمہ داری خوب نبھائی۔
- ماہ رمضان المبارک میں ہر سال کراچی جاکر دارالعلوم کے لیے چندہ اکٹھا کرتے تھے۔ اور ان سے واقفیت کی بناء پر آپ ہردلعزیز تھے۔
- وفات سے چند سال پیشتر جب ہاتھوں میں قدرے رعشہ پیدا ہوا تو دارالعلوم کے انتظامیہ نے آپ کو مدرسہ تعلیم القرآن الکریم غرقپی گوند کورو میں تعینات کیا۔ کیونکہ اس وقت دریا پار دارالعلوم آنا جانا آپ کے لیے دشوار ہونے لگا تھا۔